ĪQĀN Vol.: 06, Issue: 01, Dec-2023

eISSN: 2617-3336
pISSN: 2617-3700

پریم چند اور خدیجہ مستور کے افسانوں پر قرآنی اثرات

Quranic Influences on the Fables of Premchand And Khadija Mastoor

CC BY

OPEN ACCESS

Sajid Ali*[1]
Dr. Saeed Ahmad[2]
[1]Ph.D Scholar, Department of Urdu, Government College University, Faisalabad
[2]Chairman, Department of Urdu, Government. College University, Faisalabad.
Correspondence: saeedahmadgcuf@yahoo.com

DOI: https://doi.org/10.36755/iqan.v6i1.445

ABSTRACT

This research delves into the profound influence of Quranic verses on the fiction of two distinguished authors, Premchand and Khadija Mustoor. The introduction establishes the historical context of both writers, highlighting their significance in Urdu literature. The primary research questions driving this inquiry are: How did Quranic principles shape the thematic and moral aspects of Premchand's and Khadija Mustoor's literary works? What nuances emerge in their storytelling due to the incorporation of Quranic teachings? Methodology.The study employs a qualitative analysis of select works by Premchand and Khadija Mustoor, scrutinizing the interplay between Quranic influence and narrative construction. The results illuminate the pervasive impact of Quranic verses on their fiction, revealing a profound fusion of religious ethos and literary creativity. Through nuanced exploration, this research contributes to a deeper understanding of the intersection between faith, literature, and cultural expression in the works of these two influential authors

Received:
26-12-2023
Accepted:
23-12-2023
Online:
31-12-2023

KEYWORDS

Premchand, Khadija Mastoor, Quran, Verses, Short Story

پریم چند کی افسانوی کائنات کسی سے مبہم نہیں۔ ان کی کہانیوں میں پورا ہندوستانی معاشرہ جلوہ گر ہے۔ انھوں نے اپنے عہد میں جو کچھ دیکھا اُسے لفظوں کا روپ عطا کیا۔ ان کی کہانیاں حقیقت کے قریب تر ہیں۔ ان کی تحریروں میں انسانی ارتقا کے مختلف مراحل تفکر بدرجۂ اتم

موجود ہیں۔ وہ ایسے ادب کے قائل تھے جو انسان کو سوچنے پر مجبور کرے اور انسان کے اندر جذبۂ محبت اور جذبۂ آزادی پیدا کرے۔ ایسا ادب جو انسانی روح میں نئی روشنی، تازگی اور حسن پیدا کرے، تعمیری فرائض سر انجام دے اور انسانی سوچ میں تلاطم، ہنگامہ اور بے چینی پیدا کرے، وہ اسے پسند کرتے تھے۔ پریم چند کی فکری وسعتوں کو شمیم حنفی یوں سمیٹ کر پیش کرتے ہیں:

> ”پریم چند انسان اور انسان کے رشتے، فرد اور سماج کے رشتے، انسان اور فطرت کے رشتے کو سمجھنے کی کوشش میں بہت دور تک جاتے ہیں۔ سماجی اسٹرکچر کے بہت سے بھیدوں کی چھان بین کرتے ہیں۔ اپنے کرداروں کے انفرادی ردِ عمل کی حقیقت کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ بالعموم واقعات اور تجربوں کی اکہری سطح پر ،لیکن زندگی مانوس سچائیوں کا، ایک گہری، رچی انسان دوستی کا سرا، پریم چند کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ وہ سامنے کی چیزوں اور جذبوں اور احساسات کے حوالے سے اپنی بات کہتے ہیں۔ ان کا ڈھیلا ڈھالا، کہیں کہیں اکتا دینے والا اور بے رنگی کی حد تک سادہ اور پھیکا اسلوب ہمیں ایک ایسے ذمہ دار، دانش منداور حساس، کھرے اور سچے قصہ گو تک لے جاتا ہے جس نے اپنے شہر کی زندگی کو کہانی کا مقام بنانے کی جستجو کی۔۔۔پریم چند کی بصیرت صرف اپنی تاریخ اور اپنی زمینی یا زمانی صداقتوں کی پابند نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ جس طرح ہم بالزاک اور فلابیئر کو صرف فرانسیسی سمجھ کر، ٹالسٹائی کو صرف روسی سمجھ کر نہیں پڑھتے، اس طرح پریم چند بھی اپنی اتھاہ ہندوستانیت کے باوجود ہندوستانی نہیں رہ جاتے۔“[۱]

پریم چند کے افسانوں میں ہندی اور اردو زبان کے اثرات اور اکٹھ موجود ہے۔ ان کے افسانوں میں ہندی اور اردو زبان کے الفاظ اشتراک موجود ہے جو تحریروں کو گہری معنویت اور بصیرت عطا کرتا ہے۔ پریم چند نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی وہ ہندو مسلم کلچر کا اکٹھ تھا۔ اس لیے ان کی تحریروں میں ہندو اور مسلم تہذیب و ثقافت، رسم و رواج، مذہب کے اثرات اور تعلیمی، مذہبی اثرات موجود ہیں۔ بقول پریم گوپال متل:

> ”پریم چند کا معاملہ دو آتشہ ہے۔ وہ بلاشبہ ہمارے عظیم الشان ہندوستان کی دو بڑی اور عالم گیر زبانوں اردو اور ہندی کے یکساں طور پر نمائندہ اور بنیاد گزار افسانہ نگار ادیب ہیں۔“[۲]

---

[۱] شمیم حنفی، مضمون: پریم چند کی فکری اور تخلیقی روایت، مشمولہ: پریم چند کے پندرہ منتخب افسانے، انتخاب: شمیم حنفی، علم و عرفان پبلشرز لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۷

[۲] پریم گوپال متل، ترتیب و انتخاب: پریم چند کے سو افسانے، دہلی: ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۸ء، ص ۱۰

کسی بھی انسان کی ذہنی نشوونما اور تربیت میں ماحول کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ پریم چند کے افسانوں میں پوری ہندوستانی تہذیب دکھائی دیتی ہے۔ انھوں نے مختلف مذاہب کے لوگوں کے مسائل اور نفسیات کی عکاسی کی ہے۔ ان کی تحریروں میں قرآنی اثرات، واقعات، تلمیحات اور تعلیمات کے اثرات کا پایا جانا فطری عمل ہے کیوں کہ انھوں نے ہندو مسلم معاشرے میں آنکھ کھولی۔ ان کے افسانوں میں قرآنی محاورات، تعلیمات کے اثرات، تلمیحات موجود ہیں۔ اردو ادب میں بھی قرآنی محاورات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے قرآن اور احادیث سے اخذ کردہ بہت سارے محاورے تلاش کیے ہیں جو اردو میں استعمال ہوتے ہیں۔ پریم چند کے افسانے "مندر اور مسجد" میں قرآنی اثرات اور تعلیمات کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ اس افسانے میں قتل و غارت اور فساد کرنے والوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ لکھتے ہیں:

> "پارہ ۱، رکوع ۴۔ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ۔ کیا زمین میں ایسے شخص کو نائب بنانا ہے جو اس میں فساد پھیلائے اور خون ریزی کرے۔ یسفک سے سفک مصدر ہے یعنی بہانا، گرانا، قتل و غارت کرنا۔ اردو میں بھی خون بہانا اور قتل کرنا رائج ہے۔"[3]

پریم چند نے بھی مندرجہ بالا محاورہ کا استعمال اپنے افسانہ "مندر اور مسجد" میں کیا ہے۔ اس افسانے کا کردار چوہدری صاحب جو کہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے، روزہ رکھتا ہے، نماز ادا کرتا ہے، مندر اور مسجد کا احترام کرتا ہے۔ افسانہ میں جب کچھ مسلمان مندر کی بے حرمتی کرتے ہیں تو اُسے دُکھ ہوتا ہے اور بعد میں اس کا دوست اور غلام بھجن سنگھ جب مسجد میں گھس کر مسلمانوں کا قتلِ عام کرتا ہے تو اسے دُکھ ہوتا ہے اور وہ اُسے قتل کرنا چاہتا ہے اس سے قبل بھجن سنگھ اس کے داماد کو مندر کی بے حرمتی کے جرم میں قتل کر چکا ہے۔ لیکن چوہدری صاحب اُسے معاف کر دیتے ہیں۔ مثلاً:

> "چوہدری! تم نے مرے داماد کو قتل کیا اور میں نے تمھاری پیروی کی۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لیے کہ میں اپنے داماد کو اس سزا کا لائق سمجھتا تھا جو تم نے اُسے دی___ کیا تم سمجھتے ہو خدا تمھیں اس قتل کی سزا نہ دے گا؟ خدا کا حکم ہے جو اس کی توہین کرے، اس کی گردن مار دینی چاہیے۔ یہ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے___ تم مانتے ہو یا نہیں کہ تم نے خدا کی توہین کی ہے؟"(۴)[4]

---

[3] غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر، اردو میں قرآن اور حدیث کے محاورات، اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۰ء، ص ۱۱

[4] پریم چند، پریم چند کے پندرہ منتخب افسانے، انتخاب: شمیم حنفی، ص ۴۷

پریم چند کے افسانہ ”بڑے گھر کی بیٹی“ میں سورۃ النساء کی تعلیمات کے اثرات واضح دکھائی دیتے ہیں۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۶۸ اور ۱۶۹ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًاۙاِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا میں عورتوں پر ظلم و تشدد کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ظلم کرنے والوں کو کافر کہہ کر اُن کو جہنم میں ڈالنے کا حکم موجود ہے۔[5] پریم چند نے بھی ”آنندی“ جیسے صابر کردار پر ظلم کرنے والے لال بہاری کی نفسیات اور ظلم و تشدد کو پیش کیا ہے۔ قرآن کی تعلیم عورت پر ظلم سے روکتی ہے اور اس طرح پریم چند نے عورت پر ظلم کرنے والے انسان کو افسانوی رنگ میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ مثال ملاحظہ ہو:

> ”ایسے نوجوان اجڈ ٹھاکر سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس کی بیوی ایک معمولی زمین دار کی بیٹی تھی جب جی چاہتا تھا اس پر ہاتھ صاف کر لیتا تھا___ کھڑاؤں اٹھا کر آنندی کی طرف زور سے پھینکا اور بولا ”جس کے گمان پر پھولی ہوئی ہو اُسے بھی دیکھوں گا اور تمھیں بھی“___ مگر اُنگلی میں سخت چوٹ آئی۔ غصہ کے مارے ہو اسے ہلتے ہوئے پتے کی طرح کانپتی ہوئی اپنے کمرے میں آکر کھڑی ہو گئی۔ عورت کا زور اور حوصلہ غرور اور عزت شوہر کی ذات ہے“[6]

پریم چند کے افسانے ”نمک کا داروغہ“ میں قرآنی تلمیح اور جنت کا ذکر موجود ہے۔ افسانہ ”پنچایت“ پر سورۃ النساء کی تعلیمات اور مضامین کا گہرا اثر موجود ہے۔ اس افسانے کا کردار جمن شیخ جب اپنی خالہ کی جائداد ہتھیا لیتا ہے تو اس کو حاصل کرنے کے لیے پنچایت بلاتی ہے اور جب انصاف کی باری آتی ہے تو الگو جو کہ جمن کا دوست ہوتا ہے وہ صحیح انصاف کر کے بڑھیا کو اس کی زمین واپس کرتا ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۵۸ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا میں بھی فیصلہ کرنے والوں کو انصاف کا حکم دیا گیا ہے۔[7] اور اس افسانے کے دونوں مرکزی کردار جب انصاف کرنے لگتے ہیں تو انصاف کرتے ہیں۔ پریم چند نے عورتوں کا حق کھانے والوں اور اُن پر ظلم کرنے والے افراد کو بے نقاب کیا ہے۔ ”پنچایت“ میں قرآنی تعلیمات اور سورۃ النساء کے واضح اثرات دیکھے جا سکتے ہیں:

---

[5] قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۶۸، کنز الایمان، ترجمہ: امام احمد رضا خان، تفسیر: محمد نعیم الدین، ضیاالقرآن پبلی کیشنز لاہور

[6] پریم چند، پریم چند کے پندرہ منتخب افسانے، انتخاب: شمیم حنفی، ص ۲۱

[7] قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت نمبر ۵۸

"بھیا! جب تم نے میری پنچایت کی ہے، میں دل سے تمھارا جانی دشمن تھا، مگر مجھے آج معلوم ہوا کہ پنچایت کی مسند پر بیٹھ کر نہ کوئی کسی کا دوست ہوتا ہے نہ دشمن۔ انصاف کے سوا اسے کچھ نہیں سوجھتا۔ یہ بھی خدا کی شان ہے۔ مجھے یقین آگیا کہ پنچ کا حکم اللہ کا حکم ہے۔"[8]

پریم چند کے افسانوں کے مطالعہ کے بعد احساس ہوتا ہے کہ انھوں نے قرآن کا گہرا مطالعہ کر رکھا تھا یا لاشعوری طور پر یا شعوری طور پر وہ اسلام سے آگاہ تھے۔ ان کے افسانہ "بڑے بھائی صاحب" میں قرآنی واقعات کو پیش کیا گیا ہے۔ اس افسانے کے مرد کرداروں کے درمیان جب مکالمہ ہوتا ہے تو وہ قرآنی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

"ابلیس کا حال بھی پڑھا ہوگا۔ اسے بھی غرور ہوا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنت سے دوزخ میں دھکیل دیا گیا۔"[9]

مندرجہ بالا اقتباس سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶۱ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ فرماتے ہیں:

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا [10]

"اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ بولا کہ بھلا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو تُو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔"

مندرجہ بالا آیت مع ترجمہ نے پریم چند کے اقتباس اور قرآنی واقعہ کی پیش کش کی عمدہ تصدیق کی ہے۔ پریم چند کے افسانوں میں ایسے بہت سارے واقعات اور قرآنی اثرات دیکھے اور محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ ان کے افسانہ "پنچایت" میں خواجہ خضر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ قرآن میں حضرت خضرؑ کا واقعہ موجود ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۶۵ تا ۷۸ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔۔۔قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا[11] میں حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کے مکالمات اور گفت وشنید کو پیش کیا گیا ہے۔ یقیناً پریم چند نے بھی خواجہ خضرؑ کی تلمیح قرآن سے لی ہے۔ پریم چند نے اس واقعہ کو کچھ یوں رنگ دیا ہے:

---

[8] پریم چند، پریم چند کے پندرہ منتخب افسانے، انتخاب: شمیم حنفی، ص ۴۶

[9] ایضاً، ص ۱۳۳

[10] قرآن مجید، سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۶۱

[11] قرآن مجید، سورۃ الکہف، آیت نمبر ۶۶۔۷۸، ص ۶۰۰۔۶۰۳

”جمن نے بے اعتنائی سے جواب دیا۔“روپیہ کہاں کہاں پھلتا ہے۔“
خالہ جان نے بگڑ کر کہا۔“تو مجھے نان نمک چاہیے یا نہیں۔“
جمن نے مظلومانہ انداز سے جواب دیا۔”چاہیے کیوں نہیں۔ میرا خون چوس لو۔ کوئی یہ تھوڑے ہی سمجھا تھا کہ تم خواجہ خضر کی حیات لے آئی ہو۔““[۱۲]

قرآن مجید میں بھی خواجہ خضرؑ کے واقعہ کو پیش کیا گیا ہے اور عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ قرآنی تلمیح کو پریم چند نے نہایت دانش مندی سے صفحۂ قرطاس کی زینت بنایا ہے۔ مختصر یہ کہ پریم چند کے افسانوں میں قرآنی تعلیمات کے اثرات، قرآنی واقعات، قرآنی تلمیحات موجود ہیں۔ انھوں نے شعوری اور لاشعوری طور پر قرآنی اثرات کو قبول کر کے اُن کو تحریری شکل میں ڈھالنے کی عمدہ سعی کی ہے۔

خدیجہ مستور کی ادبی خدمات سے کسی کو مفر نہیں۔ انھوں نے جو کچھ بھی لکھا ادبی حلقہ میں پسند کیا گیا۔ ان کی علمی و ادبی خدمات کی بدولت ادب کو وسعت ملی۔ ان کے ناولوں کے علاوہ ان کے افسانوں میں زندگی کو ایک نیا رنگ اور حُسن عطا کر کے پیش کیا گیا ہے۔ ان کی افسانوی کائنات برصغیر کے لوگوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ انھوں نے جو کچھ بھی اپنے عہد میں دیکھا اسے تخلیقی پیرہن میں ڈھال دیا۔ ان کے افسانوں میں برصغیر کے لوگوں کی اخلاقیات، مذہبی رسم و روایات، طرزِ زندگی، اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات، قرآنی تعلیمات کے اثرات، قرآنی تلمیحات اور قرآنی اثرات موجود ہیں۔ انھوں نے انتہائی سادہ انداز میں افسانے تخلیق کیے۔ ان کے افسانے تجریدیت اور علامت سے مبرا ہیں۔ خدیجہ مستور کا یہ فن کمال ہے کہ وہ بغیر گھبرائے جنسی حقائق کو پیش کرتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں ایسے متعدد کردار اور واقعات ہیں جو جنسی زندگی اور جنس کے حقائق کی نمائندگی کرتے ہیں۔ انھوں نے عورت کے لطیف جذبات اور مرد کی نفسیات اور داؤ پیچ کو صفحۂ قرطاس پر نہایت عرق ریزی کے ساتھ منتقل کیا ہے۔ ان کی تخلیقات میں جنسی حقائق اور دباؤ پر تاج بیگم فرخی یوں خامہ فرسائی کرتی ہیں:

”خدیجہ مستور کے رواں دواں امر پر قوتِ بیان نے اس سارے منظر کو بڑا جان دار اور حقیقی بنا دیا ہے۔ یہاں چار لہریں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں۔ بھینسوں والی لڑکی کی چاہت میں مبتلا ہوس زدہ بزدل نوجوان جو لڑکی کے آدمی کے لٹھ سے خائف ہے مونہہ کے زور پر اسے رام کرنا چاہتا ہے۔ بھینسوں والی لڑکی جس پر اُس بزدل چاہنے والے اور موہنی دونوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اپلوں والی لڑکی جو غالباً موہنی سے متاثر ہوتی ہے۔ افسانہ نگار نے متاثر ہونے کا ہلکا سا اشارہ کیا ہے۔ موہنی فروش جو چاہت کے

---

[۱۲] پریم چند، پریم چند کے پندرہ منتخب افسانے، انتخاب: شمیم حنفی، ص۳۸

ملاپ اور جوانی کی "دہائی" بیچنے میں مگن ہے۔ یہ ہے چاروں لہریں آپس میں مل جل کر ایک ایسے کل میں تبدیل ہو جاتی ہیں جو آج کل بھی اپنی ترقی یافتہ شکل میں موجود ہے۔ افسانہ نگار کا کمال یہ ہے کہ اس نے نو عمری کے باوجود اُن ڈھکے چھُپے حقائق کو جن کے بیان سے عموماً لوگ کتراتے ہیں اور گھبراتے ہیں بڑی بے تکلفی سے بیان کر دیا ہے___ خدیجہ کے افسانہ "کھیل" میں جنسی گھٹن اور منافقانہ رویوں کا وہی انداز ملتا ہے جو اس عہد کے بڑے افسانہ نگاروں منٹو، عصمت چغتائی، کرشن چندر اور بیدی کے ہاں نمایاں تھا۔ اس کی ایک جھلک احمد علی کے ہاں بھی ملتی ہے۔"[۱۳]

خدیجہ مستور کے ہاں جنس کی ہلکی سی چبھن موجود نہیں بلکہ وہ اپنے ہم عصروں کی طرح جنسی حقائق کو بیان کرتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں مرد وزن کی عمدہ نفسیاتی عکاسی کی گئی ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں ایسی عورتوں کے کردار کو پیش کیا ہے جن کی زندگی کا مقصد محض جنسی تسکین ہے اور وہ اپنے مرد سے بے وفائی کرتی ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعہ "بوچھاڑ" میں شامل افسانہ "عشق" میں بھی یہی صورتِ حال نظر آتی ہے۔ اس افسانہ میں انھوں نے ایسے نوجوان کی خواہشات اور جنسی خواہش کو پیش کیا ہے جو عشق کا سہارا لے کر اپنی ہوس کو پورا کرنے کا خواہش مند ہے۔ تاج بیگم فرخی اس افسانہ کا یوں جائزہ پیش کرتی ہیں:

"خدیجہ نے اس افسانے میں کھلنڈرے نوجوان اور جوان ملازمہ کے کردار کو بڑے حقیقی انداز سے پیش کیا ہے۔ لڑکی کا ہولے ہولے گانا "عسق میں یوں ہی بے سکوں کٹتی ہیں جندگانیاں" اس افسانے کا کلیدی نکتہ ہے مگر یہ "عسق" نوجوانوں کے لیے بھوک مٹانے اور لڑکی کے لیے مرنے اور بھرنے کا مسئلہ ہے۔"[۱۴]

خدیجہ مستور نے اپنے عہد کو ایک مکمل اور جامع تحریری عکس عطا کیا ہے۔ اُن کے افسانوں میں قرآنی تعلیمات کے اثرات اور اُن کی نفی کرنے والوں کے جذبات اور خیالات کی عکاسی کی گئی ہے۔ انھوں نے اپنی تحریروں قرآنی تعلیمات کے اثرات اور اُن سے انکار کرنے والوں اور قرآنی الفاظ کو استعمال کیا ہے۔ بعض افسانوں میں قرآنی محاورات بھی نقل کیے گئے ہیں۔ ان کے زیادہ تر افسانوں میں قرآنی تعلیمات کے اثرات نظر آتے ہیں۔ خدیجہ مستور کے افسانہ "چلی پی سے ملن" میں ایسے لوگوں کے جذبات و خیالات کی عکاسی کی گئی ہے جو قرآنی تعلیمات کا انکار کرتے ہیں اور فساد پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ عورتوں پر ظلم کرتے ہیں۔ ایسے لوگ قرآنی تعلیمات کے خلاف جا کر

---

[۱۳] تاج بیگم فرخی، خدیجہ مستور: شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ص ۴۴

[۱۴] ایضاً، ص ۶۴

اپنے مقاصد کی تکمیل میں مگن نظر آتے ہیں۔ اس افسانہ میں انھوں نے عورتوں پر ظلم و ستم کرنے اور ان کو مارنے والوں کو بے نقاب کیا ہے۔ جب کہ قرآن مجید میں سورۃ النساء آیت نمبر۹ا یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًاؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍۚ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا میں عورتوں پر ظلم و ستم کرنے اور ان کو مارنے سے منع کیا گیا ہے۔[۱۵] اس افسانہ میں قرآنی تعلیمات سے انکار کرنے والوں کے جذبات اور کارناموں کو پیش کیا گیا ہے:

> ”میدان کی پہلی رات ایتا پر بڑی بھاری گزری۔ رات کو نو دس بجے کے قریب جھونپڑوں سے باہر دو تین ٹولیاں بنائیں اور تاڑی پینے لگے۔ جب اچھی طرح نشہ آ گیا تو کوئی لہک کر گانے لگا، کوئی سسک سسک کر رونے لگا___ ایک آدمی نے تو اپنی پیاری سی گدرے گدرے جسم والی عورت کو دھوئیں دھوئیں پیٹنا شروع کر دیا۔ عورت کے بچے رونے چیخنے لگے مگر عورت عادی قسم کے مجرموں کی طرح اطمینان سے پٹتی رہی۔“[۱۶]

خدیجہ مستور کے شاہکار افسانہ ”ایک خط“ میں عورت کی نفسیات کی عمدہ عکاسی کی گئی ہے۔ اس افسانے میں مصنفہ نے ایسے لوگوں کے جذبات کی عکاسی کی ہے جو رقم کی خاطر اپنی عزت کو داؤ پر لگاتے ہیں اور عورت کو دیے گئے اسلامی حقوق کو سلب کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ قرآنی تعلیمات سے انکار کرنے والے اور ان سے سیکھنے والے لوگوں کے خیالات کو افسانے کا لبادہ پہنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ”ایک خط“ دراصل تہذیبی اقدار کے مٹتے ہوئے نقش کا ایک حصہ ہے۔ اس افسانہ میں عورت کے حقوق کو سلب کرنے اور اس کی شادی اُس کی مرضی کے خلاف کرنے والے کرداروں کی سرزنش کی گئی ہے۔ افسانہ نگار نے سورۃ النساء کی تعلیمات کے اثرات کو قبول کرتے ہوئے عورت کے حقوق کو بیان کیا ہے اور ساتھ ہی ایسے لوگوں کے جذبات کو لفظی صورت عطا کی ہے جو اپنے مفاد کی خاطر دوسروں کے خیالات، احساسات اور جذبات سے کھیلنے میں اپنی عافیت سمجھتے ہیں:

> ”اب لکھو بھیا! آج تمھاری بہن چپ نہیں رہ سکتی___ وہ تمھارے کرتوت تمھارے سامنے کھول کر رکھ دے گی___ گھر آئے تو آدھی روٹی جیادہ کھالیجیو___ ہم تمھارا کھیال کیوں کریں، جب تم نے ہمارا کھیال نہیں کیا___ اپنی بہن کو تین مہریاں برتتے ہوئے آدمی کو بیاہ دیا۔ بوڑھا دمے کا ماندہ۔ ہم خوب جانتے ہیں

---

[۱۵] قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۹

[۱۶] خدیجہ مستور، چند روز اور، سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۵

> تم نے بڑھے سے روپیہ لے لیا ہو گا۔ اپنے لیے مہرباں پھانسنے کو ___ تبھی کو اپنی بالی عمر کی بہن کو اس کے گھر دھکیل دیا ___ ‘‘[۱۷]

مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ افسانہ نگار نے عورتوں کے ایسے حقوق کی بات کی ہے جن کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۃ النساء میں کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں عورتوں کے نکاح کے وقت ان کی مرضی اور رائے کا ذکر ہے۔ لیکن مصنفہ نے ایسے معاشرہ کی عکاسی کی ہے جہاں عورت کے حقوق کو پامال کرنا معمول کی بات ہے۔

’’ہنھ!‘‘ ایک رومانوی اور تاریخی شعور سے بھرپور افسانہ ہے۔ افسانہ نگار نے اس افسانہ میں لکھنؤ کے مختلف طبقات کی نمائندگی اور طرزِ زندگی کو پیش کیا ہے۔ انھوں نے طوائف کی زندگی مسائل، سماجی، جذبات اور چالوں کو صفحۂ قرطاس پر نہایت نفاست سے منتقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس افسانے میں انھوں نے ایسی عورتوں کے کرتوتوں کو پیش کیا ہے جو اپنے مرد کی غیر موجودگی میں گُل کھلاتی ہیں اور اُس کی آبرو کا جنازہ نکالتی ہیں۔ انھوں نے اس افسانے میں قرآن مجید کی سورۃ نمبر ۴ النساء کی آیت نمبر ۱۵ وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَـةَ مِنْ نِّسَـآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُم ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِى الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَـــبِيْلًا سے انکار کرنے والی عورتوں کو افسانوی مخلوق کے طور پر پیش کیا ہے۔ افسانہ نگار کے مطابق بعض عورتیں قرآنی آیات اور قرآنی تعلیمات سے کُفر کرتی ہیں اور اپنے مفاد اور ناآسودہ خواہشات اور جنسی تکمیل کی خاطر اپنے مردوں سے بے وفائیاں کرتی ہیں۔ قرآن مجید میں ایسی عورتوں کو گھر میں بند رکھنے اور اُن سے علیحدگی یا ان کو مارنے کا حکم بھی ہے۔[۱۸] خدیجہ مستور نے قرآنی تعلیمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایسے سماجی مسائل اور حقائق کو منظرِ عام پر لانے کی سعی کی ہے۔

افسانہ نگار کا فنِ کمال یہ ہے کہ وہ جس موضوع زندگی کو پیش کرتی ہیں اُسے بامِ عروج تک پہنچا دیتی ہیں۔ انھوں نے افسانہ ’’ہنھ‘‘ میں ایسے معاشرے کی عکاسی کی ہے جہاں طوائف اور ایک عام عورت کی زندگی میں فرق باقی نہیں رہا۔ عام عورت اصلاح کی کوشش میں مگن ضرور ہے لیکن زرِ دُنیا اُسے توبہ سے دُور کر دیتا ہے۔ اُن کے شاہکار اور منفرد افسانہ ’’لعنتی‘‘ میں قرآنی تعلیمات اور محاورات کا برملا استعمال کیا گیا ہے۔ اس افسانے کے کردار رضوان میاں، شوکت اور سعادت میاں ہیں۔ اس افسانے میں جنت کا ذکر بھی موجود ہے اور قرآنی محاورہ ’’وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ‘‘[۱۹] اور قرآنی تعلیمات کا ذکر بھی موجود ہے۔ سورۃ آل عمران کی آیت ۲۶ میں بیان کردہ تعلیمات کو بروئے کار لانے

---

[۱۷] ایضاً، ص ۴۹

[۱۸] قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۵۔۱۹

[۱۹] قرآن مجید، سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۲۶

کی عمدہ سعی اس افسانے میں نظر آتی ہے۔ جب رضوان میاں، سعادت میاں کی لاش لاتے ہیں تو رضوان بڑے فخر سے سورۃ آل عمران کی تعلیمات کا ذکر کرتے ہیں اور قرآنی محاورات کا استعمال کر کے خداوند عظیم کا شکر ادا کرتے ہیں۔ مثال ملاحظہ ہو:

> "جب چوٹ لگتی ہے تو اپنے ہی یاد آتے ہیں۔ خدا جنت میں جگہ دے سعادت میاں کو جنھوں نے یہ عزت بخشی___" آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
>
> "ہاں بھئی! خدا بھلا کرے رضوان میاں کا جنھوں نے سعادت میاں کو سینے سے لگا کر گھر پہنچایا۔ ہائے کیسی جوان موت، ابھی تو سہرے کے پھول کھلنے تھے۔" چچی جان آنسو پونچھ رہی تھی۔ رضوان میاں نے بڑے فخر سے اُن کی طرف دیکھا___"
>
> "اللہ تیرا شُکر ہے تو جسے چاہے عزت بخشے اور جسے چاہے گھوڑے سے اُٹھا تخت پر بٹھا دے۔ تو نے ہی مجھے میرے عزیزوں سے ملا دیا___" رضوان میاں بھی آنسو پونچھنے لگے۔"[۲۰]

اللہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ایک قرآنی محاورہ ہے جو کہ اردو میں بھی رائج ہے اور افسانہ نگار نے اس افسانہ میں اس محاورہ اور قرآنی تعلیمات کا استعمال بڑی فنی چابک دستی کے ساتھ کیا ہے۔ "کانٹا" میں بھی قرآنی تعلیمات کا اثر، ذکر اور محاورات موجود ہیں۔ افسانہ نگار نے اس افسانے میں کہیں نہ کہیں قرآنی تعلیمات اور محاورات کا ذکر کیا ہے۔ قرآن میں بھی یتیموں کی پرورش کے بارے میں حکم ہے اور افسانہ نگار نے اس افسانے میں بھی یتیم کی پرورش نہ کرنے والے افراد کو منظرِ عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔ سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر ۲۱۶ میں بیان کردہ تعلیمات کے ذکر کے ساتھ ساتھ "وَ اللهُ يَعْلَمُ"[۲۱] (خدا بہتر جانتا ہے) کا ذکر بھی اس افسانہ میں موجود ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے ایک روزمرہ کے طور پر ہم روزمرہ کی گفت گو میں استعمال کرتے ہیں۔ اس افسانہ میں بھی اس محاورہ کا استعمال کیا گیا ہے:

> "بس خدا بہتر جانتا ہے، جو گزری ہے۔" خالہ بی منہ پر پلو رکھ کر رونے لگی___ اے اللہ توبہ ہے گناہوں سے___ خیر دادا جان کے گلے سے کچھ ایسی آواز نکلی کہ سب ادھر متوجہ ہو گئے۔ ان کا ہاتھ زور زور سے ملنے لگا تھا___ بھئی کسی مولوی کو بلا کر سورۃ یٰسین پڑھواؤ۔ اللہ اب تو مشکل آسان کر دے گا۔ نیک بندوں کا دم دیکھتے دیکھتے نکل جاتا ہے۔ ہائے اللہ سب کو نیکی کی توفیق دے۔"[۲۲]

---

[۲۰] خدیجہ مستور، تھکے ہارے، سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۲۴۔۲۵

[۲۱] قرآن مجید، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۲۱۶

[۲۲] خدیجہ مستور، تھکے ہارے، ص ۷۸۔۷۹

مندرجہ بالا اقتباس قرآنی تعلیمات کے اثرات اور قرآن مجید سے اخذ کردہ محاورات کی مکمل نمائندگی کرتا ہے۔

خدیجہ مستور کے افسانوں میں قرآنی تعلیمات کے اثرات، قرآنی محاورات، قرآنی واقعات کی پیش کش موجود ہے۔انھوں نے قرآنی تعلیمات کے اثرات کو قبول کرتے ہوئے اپنے افسانوں میں اسلامی اثرات کو پیش کیا ہے۔ ان کے افسانے دراصل اسلامی تعلیمات کی مکمل عکاسی کرتے ہیں۔